عبداللہ جاوید کا افسانہ: مشرق ومغرب کا امتزاج

ناہید اختر پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
ڈاکٹر نذر عابد اسسٹنٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

عبداللہ جاوید اردو ادب کی جانی پہچانی شخصیت ہیں ۔ وہ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۱ء کو غازی آباد، یوپی میں پیدا ہوئے ۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۹ء میں ہجرت کرکے پاکستان آ گئے ۔ ۱۹۹۶ء میں اہلِ خانہ سمیت کینیڈا منتقل ہو گئے اور ہنوز وہیں سکونت پذیر ہیں ۔ ادبی دنیا سے ان کی وابستگی لگ بھگ پون صدی کا قصّہ ہے ۔ اردو شاعری، افسانہ نگاری اور تنقید میں اپنی شناخت بنائی۔ اردو افسانے پر انھوں نے خاص توّجہ دی۔ ان کے افسانوں کا مجموعہ ''بھاگتے لمحے'' منظرِ عام پر آ چکا ہے۔

سرزمین پاک وہند کے پر رہتے ہوئے عبداللہ جاوید نے یہاں کے سماجی وسیاسی حالات، مذہبی رسوم و رواج اور اخلاقی اقدار کا بغور مشاہدہ کیا۔ دیارِ غیر منتقل ہونے کے بعد وہاں کی اخلاقیات، سماجیات اور سیاسات کا بھی بلاستعیاب مطالعہ کیا۔ اُن کا یہ گہرا مشاہدہ اور عمیق مطالعہ ان کے افسانوں میں جابجا جھلکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے افسانوں میں مشرق ومغرب کا ایک سحر انگیز اور دل نشین امتزاج نظر آتا ہے۔

کینیڈا میں مستقل طور پر مقیم عبداللہ جاوید نے دیگر تارکینِ وطن اُدبا کی طرح مشرق ومغرب کی ثقافت اور طرزِ زندگی کے ملے جلے تاثرات کے حامل افسانے تخلیق کرکے اردو ادب کو ثروت مند بنایا ہے۔ تارکینِ وطن اُدبا بالخصوص کینیڈا میں مقیم اردو کے ادیبوں کی ادبی تخلیقات اور ادب کی صحت مند روایات کو فروغ دینے کے حوالے سے اے خیام لکھتے ہیں:

> ''اگر پاک وہند کے علاوہ اردو کی دوسری بستیوں کی طرف توجہ کی جائے جہاں اردو زبان وادب کی ترویج اور تسلسل کا عمل جاری ہے تو کینیڈا کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ وہاں ایسے لکھنے والے تو موجود ہیں ہی جنھوں نے پاک وہند میں لکھنے کی ابتدا کی تھی پھر کینیڈا کو اپنا مستقر بنالیا اور ایسے لکھنے والے بھی ملیں گے جنھوں نے وہیں لکھنے کا آغاز کیا

اور خاصے معروف ہوئے۔'' (۱)

عبداللہ جاوید کے بیشتر افسانے مشرق و مغرب کے رنگوں کا حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ وہ مغربی کلچر اور طرزِ زندگی میں بھی داخلی احساسات کو مشرقی طرزِ روحانیت کے پس منظر میں بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے مغربی کہانی مشرق کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہمارے اپنی ہی گردو نواح کی کہانی محسوس ہوتی ہے۔ افسانے ''دخترِ آب''، ''چور''، ''پرورش''، ''آگہی کا سفر''، ''گاربیج''، ''ایفل ٹاور''، ''فلاور بکے'' اور ''جہانِ دیگر کے راستے پر'' اُن کے ایسے افسانے ہیں جو مغربی کلچر کے تناظر میں لکھے جانے کے باوجود مشرقیت کے پس منظر میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں خود عبداللہ جاوید کا کہنا ہے:

''میرے بیشتر افسانوں کے موضوعات پاکستان سے متعلق ہیں اور ''لوکیل'' بھی پاکستان اور ہندوستان سے جڑا ہے۔۔۔۔۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ مغربی دنیا کو میں نے افسانوں سے یکسر باہر کر دیا ہے۔'' (۲)

عبداللہ جاوید کے اکثر افسانوں میں مشرق و مغرب کی امتزاجی کیفیات ملتی ہیں مثلاً ''دخترِ آب'' میں مرکزی کردار مغربی معاشرے کا باشندہ ہے لیکن اس کے ذہن کے چند گوشے مشرقی روحانیت کی جھلک لیے ہوئے ہیں:

''ایک دن عبادت خانے میں خالقِ کائنات کے گیان پر بات کرنے کے دوران پادری، پنڈت، ملا جو کوئی بھی تھا کہنے لگا۔۔۔۔۔ پہلے خالق کو مانو۔ پھر کائنات کی طرف جو اس کی تخلیق ہے۔ خالق مرکزی نقطہ ہے اور کائنات اس نقطے سے تشکیل پانے والا دائرہ ہے۔'' (۳)

عبداللہ جاوید کا افسانہ ''چور'' کا مرکزی کردار بھی مغربی معاشرے سے تعلق رکھتا ہے لیکن عرفانِ نفس کے حصول کی وضاحت کے لیے مشرقی طرزِ معرفت سے مدد لیتا ہے۔ ثقافتی بُعد رکھنے کے باوجود اُن کے افسانوں میں ذہنی کشمکش، جذباتی تحریک اور نفسیاتی عوامل کی تخلیقی سطح پر نمائندگی مشرق و مغرب کے فاصلے کو سمیٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک طرف عبداللہ جاوید مغربی معاشرے کی تصویر کشی اس انداز میں کرتے ہیں:

''جب وہ اس دلربا خاتون کی اپارٹمنٹ بلڈنگ سے نکلا تو اس کے سامنے اس کی منزل ایک بار پھر تھی جو کیسینو بھی تھا، ڈسکو کلب بھی تھا اور بار بھی۔ وہاں نیم برہنہ بلکہ قریب قریب برہنہ لڑکیاں جھولوں میں جھول کر یا رقص + جمناسٹک کی حرکات کے ذریعے اپنے ''وائٹل ڈائی من شنس'' اور لمٹنگی کی نمائش کرتیں۔'' (۴)

تو دوسری طرف اسی افسانے کے ایک حصے میں مشرقی طرزِ زیست کی ایک جھلک یوں بھی دکھائی دیتی ہے:

اس کے قدم زندگی میں پہلی بار کسی اللہ کے گھر کے دروازے پر رکے تھے۔ اس کا

دروازہ نیم وا تھا۔ اس نے بلا ارادہ آسمان کی جانب نگاہ ڈالی۔آسمان پر نیلاہٹ غالب آرہی تھی رات صبح کی جانب رینگنے لگی تھی۔'' (۵)

دیارِغیر کے نامانوس، اجنبی ماحول اور کرداروں سے اردو افسانے کے قاری کو کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی اس لیے نبض شناس افسانہ نگار ہونے کے باوصف عبداللہ جاوید اپنے افسانوں کے مغربی کرداروں کے اُن مانوس جذبات، کیفیات اور احساسات کو پیش کرتے ہیں جو مشرق و مغرب میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں۔اسی نوع کے ایک اقتباس سے قاری کو افسانہ نگار کے اس اسلوبیاتی جوہر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے:

''میں جسموں کے باطنی وجودوں کو مصوّر کرنے والا ہوں۔میرے رنگ مقدس راگ الاپتے اور میرے اسٹروکس ان پر دیوانہ وار رقص کرتے ہیں۔اس رقص اور موسیقی کی فضا میں میری تخلیقات تجرید اور تجسیم کے آواگون سے دوچار رہتی ہیں۔میں فنا اور بقا، ہستی و نیستی کا فن کار ہوں۔'' ہر بڑی ناکامی کے بعد وہ کچھ اس طرح سوچتا اور مسکرا پڑتا۔ وہسکی کے چار پیگ اس کی حد تھے بعد میں پیتے رہنے کا مطلب وہ جانتا تھا۔'' (۶)

مغرب کی پُرآسائش اور عیش و انبساط سے بھرپور زندگی کے خمار میں ڈوبے ہوئے کلچر کے متوازی مشرقی طرز کے فکر و فلسفہ کا بیان قاری کو بیک وقت دو مختلف اور متضاد کیفیات و تاثرات سے دوچار کر دیتا ہے، وہ مغرب کی خمار آلود فضاؤں میں مشرقی طرزِ روحانیت کی طرف اپنے دامنِ دل کو کھنچتا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے جس سے مغرب کی ظاہری جلوہ آرائی اور مشرق کے باطنی خدوخال کے ادراک میں مدد ملتی ہے۔

عبداللہ جاوید ایک طرف مغرب کی سرزمین پر رہنے والے کرداروں کے تاثرات اور اندرونی کشمکش کو فلسفہ وفکر سے آمیز کر کے قاری کے لیے مانوس بناتے ہیں تو دوسری طرف مشرق میں مغربی باشندوں کے اندازِ فکر، طرزِ تخاطب اور پس پردہ عزائم کو افسانوی کینوس پر اُتار کر مشرق و مغرب کے امتزاج کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔افسانہ'' عورت اور بچّہ''میں اُنھوں نے کرداروں کی داخلی کشمکش دکھاتے ہوئے یہی انداز اختیار کیا ہے:

''فضل جان چلتے پھرتے اور مختلف کام نمٹاتے ہوئے ان کی فقرے بازی سے کچھ مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہتا۔'' کیا اطالوی ایسے ہوتے ہیں؟'' وہ سوچتا لیکن اس کے ذہن میں دوسرے ہی لمحے یہ سوال ابھرتا،'' ہیری تو امریکی ہے۔تو پھر یہ کیوں ولیم شٹ کے پیچھے پڑا ہے۔کبھی اس کے گالوں کو انگلیوں میں بھرتا ہے تو کبھی کہیں کہیں ہاتھ پھیرتا ہے۔فضل جان اپنے ان پڑھ لیکن زندگی کی رگڑ کھائے ہوئے دماغ سے سوچتا،'' وہ تینوں ہنستے بھی تو رہتے ہیں۔تو کیا یہ سب زبانی جمع خرچ ہے جس کا نتیجہ محض صفر۔'' (۷)

ایسے افسانوں میں عبداللہ جاوید نے مشرق و مغرب کے ذہنی تفاوت کو پیش کیا ہے اور مغربی ممالک میں مشرقی اقدار اور حد بندیوں کی خلاف ورزیوں کے نتیجے میں جنم لینے والی نفرت کے محرکات ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ افسانہ ''میری بیوی'' میں دنیا پر خوفناک جنگ مسلّط کرنے والے سپر پاور کی اپنی معاشرتی اور سماجی اقدار کا انحطاط دکھایا گیا ہے۔ اس کہانی کا مرکزی کردار دوسرے ممالک میں تباہی پھیلانے والی ایجنسی کا آلہ کار ہے جو دوسروں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کر کے خود تنزل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کی اپنی بیوی اس کی عدم موجودگی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بے راہ روی کا شکار اور بے وفائی کی مرتکب ہو جاتی ہے۔

> ''گھر جا کر، بیوی سے ملاقات کر کے میں نے صورتِ حال کی مضحکہ خیزی کا خوب خوب عرفان کر لیا تھا۔ محکمے نے مجھے چھٹّی پر نہیں بلکہ ڈیوٹی پر روانہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ میرا گھر جانا اور بیوی سے ملنا بھی ڈیوٹی جیسا لگ رہا تھا۔۔۔ڈیوٹی سے بھی زیادہ سنجیدہ اور گھمبیر۔۔۔میری حالتِ زار کا اندازہ صرف وہی انسان لگا سکتا تھا جس کا واسطہ کسی عادی شرابی سے پڑا ہو وہ بھی شرابن بیوی سے۔'' (۸)

جنگی جنون میں مبتلا مغربی ممالک پر گہرا طنز اور ان کے اپنے زوال پذیر معاشرے کا چہرہ دکھانا اس کہانی کا موضوع ہے۔ اس افسانے کے مرکزی خیال کے بارے میں حیدر قریشی رقم طراز ہیں:

> ''یہ افسانہ ایک طرف دنیا کی سپر پاور کی جنگی حکمت عملی کے ایک گوشے کو وا کرتا ہے دوسری طرف امریکی فتوحات کے نتیجہ میں اس کے اپنے معاشرے میں پیدا ہوتی ہوئی نفسیاتی بے چینی کو اجاگر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ کہانی عبداللہ جاوید کی نمائندہ کہانی ہی نہیں اردو کی بہترین کہانی بھی ہے۔ اکیسویں صدی کی عالمی صورتِ حال کے پس منظر میں اردو میں جتنی کہانیاں لکھی گئی ہیں ان میں سے پانچ کہانیوں کا انتخاب کیا جائے تو یہ کہانی ان میں شمار کی جائے گی۔'' (۹)

مغرب کی مشرق پر بے جا تسلّط کی کوشش میں اس کی اپنی معاشرتی زندگی پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں جس کو عبداللہ جاوید نے اپنے افسانہ ''میری بیوی'' میں موضوع بنایا ہے۔ ان کے افسانوں میں مغربی تہذیب و فکر کے خلاف کوئی شدید ردِ عمل نہیں ملتا تاہم انھوں نے مغرب کی مادہ پرستی اور دوسرے ممالک پر اپنی حاکمیّت اور تسلّط کی آڑ میں ناروا سلوک کو اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ مغربی معاشرے کی عکاسی کرتے ہوئے عبداللہ جاوید ایک سلیم الطبع، مغربی زندگی کی سوجھ بوجھ رکھنے والے افسانہ نگار کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ انھوں نے مشرق میں نشو و نما پائی اور پھر مغربی دنیا سے سروکار رہا لہٰذا ان کے افسانوں میں مشرق و مغرب کی امتزاجی صورت میں صداقت کا پرتو نظر آتا ہے۔

مغربی معاشرے میں مادہ پرستی کے رجحان کے پیشِ نظر ان کی سماجی رسومات میں بھی شدید تنہائی کا کرب نظر آتا ہے جس کو عبداللہ

جاوید نے افسانہ ''گاربیج'' میں یوں بیان کیا ہے:

''کھڑکی سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر بلائینڈس وا کر کے باہر جھانک رہا ہوں مشرق ہوتا تو اس سامنے والے گھر کے آگے مجمع لگ جاتا لیکن یہ مغرب ہے، مجمع تو نہیں لگا البتہ گھر کے آگے ایک دو گاڑیوں کا اضافہ ضرور ہو گیا تھا۔'' (۱۰)

اس افسانے کے کردار مغرب میں رہنے والے مشرقی باشندے ہیں جن کی سماجی زندگی پر مغرب کا رنگ اثر انداز ہوتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

''کچرا رکھنے والی خاتون نے جو ہندوستانی تھیں ایسا اسکرٹ پہنا ہوا تھا جو مقامی کینیڈین خواتین پہنا کرتی ہیں فرق صرف یہ تھا کہ اسکرٹ کا رنگ میکسیکن خواتین کے لباس کی طرح شوخ اور گہرا تھا۔'' (۱۱)

موجودہ جدید دور میں عالمگیریت کے زیرِ اثر مشرق و مغرب کے تعلقات میں پائے جانے والے نت نئے زاویے مخلوط ثقافت کو جنم دے رہے ہیں جس کے نتیجے میں مشرق و مغرب کی طنابیں کھنچتی چلی جا رہی ہیں اور مختلف طرزِ فکر کے لوگ آپس میں گھل مل رہے ہیں۔ یہ سماجی تغیرات بھی عبداللہ جاوید کے افسانوں میں نظر آتے ہیں۔

''میں نے اس کو دیکھتے ہی دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔ ''اللہ کرے وہ مجھے پروپوز کر دے'' میں جو اپنے اندر اس کی ہو چکی تھی۔ باہر اس کی ہونا چاہتی تھی'' کاش! کسی گوری سے وہ بندھا نہیں ہو۔'' میری دعا قبول ہوئی۔ اس نے مجھے عیسائی آداب کے مطابق زمین پر گھٹنا ٹیک کر پروپوز کیا۔ اس نے عیسائی طریقے سے اور میری فرمائش پر اسلامی طریقے سے شادی کی۔'' (۱۲)

جدید دنیا کی تہذیبیں سرحدی حد بندیوں اور حصاروں کی قیود سے نکل کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہی ہیں۔ اسی آمیزش کو عبداللہ جاوید اپنے افسانوں میں منضبط کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس نوع کے افسانوں میں مشرق و مغرب کے امتزاجی نظام کے تحت پیدا ہونے والے ماحول اور مسائل کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ امتزاجی نوعیت کے یہ افسانے بظاہر سادہ رنگ ہیں تاہم یہ اپنے اندر جہانِ معنی رکھتے ہیں۔ ان افسانوں میں مغربی کردار سیماب صفت ہیں جن کی باطنی کشمکش کو انھوں نے بلا امتیاز کسی فرد کے درونِ ذات میں اُٹھنے والی سیمابیت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ افسانے نہ صرف مغربی باشندوں کے تفکرات کی نمائندگی کرتے ہیں بلکہ مکانی قیود سے بالاتر ہو کر عالمگیر انسانیت کی ذہنی و باطنی کشمکش کی عکاسی کرتے ہیں۔ عبداللہ جاوید کے افسانوں میں اس امتزاجی صورت کی وضاحت کرتے ہوئے مبین مرزا لکھتے ہیں:

''افسانے پڑھ کر مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ اپنے مغربی کرداروں اور ان کی زندگی اور

سماج کے حوالوں اور سوالوں کو موضوعِ اظہار بنانے کے باوجود عبداللہ جاوید کے افسانے ہمارے افسانوی مزاج سے مغائرت کا رشتہ نہیں رکھتے۔ ان کے فن کے اگر کچھ الگ اور مخصوص نشانات ہیں تو اِس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اردو افسانے کی فکری و فنّی فضا سے بھی مربوط ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ انھوں نے بعض کردار بے شک مغربی دنیا سے لیے ہیں یا بعض مسائل اور موضوعات ان کے یہاں ضرور مغرب سے آئے ہیں لیکن ان کے بیان میں عبداللہ جاوید کی توجہ ہر دو صورتوں میں اس انسانی احساس پر رہی ہے جو زمینوں اور زمانوں کی مغائرت کا اسیر نہیں ہوتا ہے۔ یہ احساس دراصل انسانوں کو بانٹ کر نہیں بلکہ جوڑ کر ہمارے سامنے لاتا ہے۔''(۱۳)

عبداللہ جاوید نے مشرق و مغرب دونوں معاشروں میں زندگی گزاری ہے، ان کی اقدار کا مشاہدہ کیا ہے اور ان مشاہدات کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں جدید دور کے تقاضوں اور ثقافتی وتہذیبی سطح پر رونما ہونے والے تغیرات کا نقش پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں مغربی کرداروں کا مشرقی آہنگ تخلیقی سطح پر کمال فن کاری کا مظہر ہے۔ ان کے افسانوں میں مشرق و مغرب کے امتزاج کی یہ مساعی لائق تحسین ہے۔ عبداللہ جاوید کے افسانوں میں اسی جدید طرزِ اسلوب کے حوالے سے صابر ارشاد عثمانی رقم طراز ہیں:

''اب وہ وقت آ گیا ہے اردو کے افسانوں کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا چاہیے۔ ہمارے نقادوں کو چاہیے کہ بجائے مغربی ادب سے چھان بین کرنے کے اردو کے افسانوں کی ورق گردانی کریں اور عالمی ادب میں ان کا ایک مقام پیدا کریں۔ اس کتاب (بھاگتے لمحے) کے تمام افسانے معیاری ہیں، اختراعی ہیں اور چونکا دینے والے ہیں ان افسانوں کو پڑھ کر ایک تعلیم یافتہ ذہن یقیناً محفوظ ہوگا۔'' (۱۴)

صابر ارشاد عثمانی کے بقول اردو افسانوں کے تراجم کا اگر باقاعدہ سلسلہ شروع ہو جائے اور عبداللہ جاوید کے اردو افسانوں کا عالمی زبانوں بالخصوص انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کا اہتمام کر لیا جائے تو ان افسانوں میں پس منظر کے علاوہ کرداروں کے نام تک کو تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور یوں ان افسانوں سے اردو دان طبقے کے ساتھ ساتھ انگریزی بولنے والے بھی محظوظ ہو سکیں گے کیوں کہ مغرب و مشرق کی معاشرتی زندگی کا روپ دکھاتے ہوئے عبداللہ جاوید کے افسانے مخلوط ثقافتی اقدار کے نمائندہ ثابت ہوتے ہیں۔ یوں عبداللہ جاوید کے افسانے محدود زمینی تناظرات سے نکل کر وسیع اور عالمگیر سطح پر بنی نوع انسان کے جذبات اور کیفیات کا احاطہ کرتے ہیں بلکہ موجودہ دور میں عالمگیریت کے تصور کی نمائندگی کرنے میں بھی اپنا کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔اے خیام، بھاگتے لمحے،مشمولہ،عکاس انٹرنیشنل،اسلام آباد،عبداللہ جاوید نمبر،شمارہ ۲۷،ستمبر ۲۰۱۷ء ،ص ۴۰

۲۔بحوالہ انٹرویو عبداللہ جاوید از گلزار جاوید مشمولہ چہار سو،راولپنڈی،جلد ۲۰،شمارہ ستمبر/اکتوبر ۲۰۱۱ء ،ص ۱۱

۳۔عبداللہ جاوید، بھاگتے لمحے،عکاس انٹرنیشنل پبلی کیشنز،اسلام آباد،۲۰۱۰ء ،ص ۱۴

۴۔ایضاً،ص ۹۱

۵۔ایضاً،ص ۹۱

۶۔ایضاً،ص ۱۷

۷۔ایضاً،ص ۴۷

۸۔ایضاً،ص ۵۹

۹۔حیدر قریشی،عبداللہ جاوید کثیر الجہت ادیب مشمولہ سبق اردو،انڈیا،شمارہ فروری/اپریل ۲۰۱۳ء،ص ۳۸

۱۰۔ایضاً،ص ۱۳۸

۱۱۔ایضاً،ص ۱۳۷

۱۲۔ایضاً،ص ۱۴۷

۱۳۔مبین مرزا،عبداللہ جاوید کے افسانے مشمولہ جدید ادب، جرمنی،شمارہ جولائی/دسمبر ۲۰۰۹ء،ص ۱۴۴

۱۴۔صابر ارشاد عثمانی،عبداللہ جاوید کے افسانوں کا مجموعہ بھاگتے لمحے،مشمولہ عکاس انٹرنیشنل،اسلام آباد،عبداللہ جاوید نمبر،شمارہ ۲۷،ستمبر ۲۰۱۷ء ،ص ۵۵